سلسلہ تبلیغ ۲۵ بار اول ۲۰۰۰

وعظ

ازالۃ الغفلۃ

از افادات

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

حاشیہ

مولانا خلیل احمد تھانوی

ناشر

شعبہ نشر و اشاعت جامعہ دار العلوم الاسلامیہ

کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

فون پرانی انار کلی ۷۲۵۳۷۲۸ فون کامران بلاک ۴۴۸۰۶۰ — ۵۴۱۴۳۸۶

ربیع الاول ۱۴۱۶ھ — اگست ۱۹۹۵ء

خطبہ ماثورہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ و نومن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ و بارک وسلم۔

اما بعد: فقد قال اللہ تبارک و تعالی یاایھاالذین آمنوا لا تلھکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ ۔ ومن یفعل ذلک فاولئک ھم الخسرون وانفقوا من مارزقنکم من قبل ان یاتی احدکم الموت فیقول رب لولا اخرتنی الی اجل قریب فاصدق و اکن من الصلحین ولن یؤخر اللہ نفساً اذا جاء اجلھا واللہ خبیر بما تعملون۔(1)

(اے ایمان والو! تم کو تمہارے مال اور اولاد اللہ (تعالی) کی یاد اور (اطاعت) سے غافل نہ کرنے پاویں جو ایسا کرے گا ایسے لوگ ناکام رہنے والے ہیں اور ہم نے جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں سے (حقوق واجبہ) اس سے پہلے پہلے خرچ کرلو کہ تم میں سے کسی کی موت آکھڑی ہووے پھر وہ کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار مجھ کو اور تھوڑے دنوں کی کیوں مہلت نہ دی کہ میں خیر خیرات دے لیتا اور نیک کام کرنے والوں میں شامل ہوجاتا ہے اور اللہ تعالی کسی شخص کو جب اس کی میعاد (عمر کی ختم ہونے پر) آجاتی ہے ہرگز مہلت نہیں دیتا اور اللہ تعالی کو تمہارے سب کاموں کی پوری خبر ہے)

---

(1) المنافقون آیت ۹، ۱۱

تمہید: یہ سورۃ منافقون کی تین آیتیں ہیں ان میں خدا تعالیٰ کو ایک ضروری مضمون بیان کرنا مقصود ہے باقی مضامین اس کے موید و تابع ہیں۔ اور وہ مضمون ایسا ہے کہ اس کے معلوم کرنے کی اس وقت ضرورت عام ہے کیونکہ اس میں کوتاہی بھی عام ہو رہی ہے اور اس کے وقوع کا احساس تو سب کو ہو سکتا ہے مگر بوجہ غور نہ کرنے کے اس کو کوتاہی و مرض شمار نہیں کرتے اور اسی وجہ سے اس کو شدید مرض سمجھا جاوے گا کیونکہ امراض دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ مرض جس کے مرض ہونے کی اطلاع مریض کو ہو۔ دوسرا وہ مرض ہے جس کے مرض ہونے کی اطلاع ہی نہ ہو ایسا مرض زیادہ مہلک[1] ہوتا ہے اور اسی لئے زیادہ قابل اہتمام ہوتا ہے اس وقت جن امراض میں گفتگو ہے یعنی معاصی[2] ان کی مختصر سی فہرست تو ہر شخص کے ذہن میں ہے یعنی زنا چوری جھوٹ بولنا وغیرہ کہ اس کو سب گناہ جانتے ہیں لیکن بعض معاصی ایسے بھی ہیں کہ وہ سب ان کی جڑ ہیں اور اس لئے سب سے اول فہرست معاصی میں ان کا نام ہونا ضروری ہے مگر ہم کو ان کی طرف التفات بھی نہیں نہ ہماری فہرست معاصی میں کہیں ان کا شمار ہے اور یہ بہت بڑی غفلت ہے۔

انہماک دنیا[3]: اس آیت میں بھی ایسے ہی مرض کا ذکر ہے جو ہماری فہرست میں داخل نہیں کیا گیا۔ اس کے نام سے معلوم ہو جائے گا کہ ہم نے اس کو شمار نہیں کیا اور وہ مرض دنیا میں منہمک ہونا ہے۔ اب جس سے چاہے دریافت کر لیجئے معلوم ہو جائے گا کہ کسی نے بھی اس کو مرض نہیں سمجھا۔ نماز نہ پڑھنے کو دوسرے کا مال دبا لینے کو زنا کرنے کو گناہ سمجھتے ہیں مگر دنیا میں

---

(۱) ہلاک کرنے والا (۲) گناہ (۳) دنیا کے حصول میں کھپ جانا

چھپ جانے کو کوئی بھی گناہ نہیں سمجھتا حالانکہ یہ ایسا مرض عام مرض ہے جس میں قریب قریب سب مبتلا ہیں۔ اور ایسا قوی ہے کہ سب معاصی اسی کی فرع[1] ہیں مثلاً کوئی شخص نماز میں کوتاہی کرتا ہے تو اس کا سبب یہ ہی ہے کہ وہ دنیا میں غرق[2] ہے۔ اور دین سے بے فکری ہے علی ہذا[3] روزہ، حج، زکوۃ جس چیز میں بھی کوتاہی[4] ہو اس کا سبب یہ ہی ہے اگر کوئی شخص بدکاری میں مشغول ہے تو اس کی وجہ بھی دین سے بے فکری اور دنیا میں انہماک ہے۔ غرض اس میں تطویل[5] تقریر کی ضرورت نہیں۔ اگر ذرا غور کیا ہوگا تو معلوم ہوا ہوگا کہ وجہ سب معاصی کی یہ ہی انہماک فی الدنیا ہے مگر پھر بھی یہ سب ہی کا شعار ہو رہا ہے حتی کہ دیندار بھی باستثناء[6] عارفین و اہل تقوی و اہل فکر کے سب اس میں مبتلا ہیں۔

آج کل کی دینداری: دینداروں کی دینداری بھی اتنی ہی ہے کہ نماز پڑھ لیں اگرچہ بے فکری ہی سے ہو اور داڑھی نیچے کرلیں اگرچہ لوگوں کا مال دبا رکھا ہو، معاملات میں ضرر[7] پہنچاتے ہوں۔ غرض دینداری بھی آج کل اس کا نام ہے کہ صورت دینداروں کی سی ہو اور سیرت میں صرف وہ باتیں ہوں جو رسوائی سے بچائے رکھیں۔ مثلاً پانچ وقت کی نماز پڑھنا، روزہ رکھ لینا اگرچہ حالت یہ ہو۔

از بروں چوں گور کافر پر حلل واندروں قہر خدائے عزوجل

از بروں طعنہ زنی بر بایزید در درونت ننگ میدارد یزید

---

(۱) شاخیں (۲) ڈوبا ہوا (۳) اسی طرح (۴) کمی (۵) لمبی تقریر (۶) عارفین متقی اور اپنی اصلاح کی فکر رکھنے والوں کو نکال کر (۷) نقصان

(باہر ہے یعنی ظاہری حالت تو ایسی ہے جیسے کافر کی قبر ہوتی ہے جس پر ریشمی غلاف ہوں اور اندر خدا کا غضب نازل ہو رہا ہے اپنی ظاہری حالت ایسی بنا رکھی ہے کہ اپنے مقابلہ میں حضرت بایزید رحمہ اللہ جیسے بزرگ میں بھی عیب نکالا جاتا اور اند کی حالت یہ ہے کہ اگر یزید جیسا شخص بھی دیکھے تو اس کو غیرت آ جائے)

تو اگرچہ یہ حالت ہو لیکن وہ خود بھی اپنے کو اور دوسرے بھی اس کو دیندار سمجھیں گے اور اس میں ضرور[1] یہ ہوتا ہے کہ اگر ایسے آدمی سے مکر و فریب وغیرہ کی کوئی بات ظاہر ہوتی ہے تو لوگ اس کو دیندار سمجھ کر اور پھر ان افعال کا مرتکب دیکھ کر سب دینداروں کو اس پر قیاس کرتے ہیں اور اگر ان کا لقب کہیں مولوی ہے تو ان کے ساتھ مولوی بھی بدنام ہوتے ہیں تو ایسے لوگوں کی بدولت سچے دیندار اور مقبول بھی بدنام ہوئے۔ کاش اگر اس کی شکل دینداروں کی نہ ہوتی تو اس کے حرکات سے دیندار تو بدنام نہ ہوتے۔ اور ایک برا اثر اس کا یہ ہوتا ہے کہ ایسے حرکات دیکھ کر لوگوں کو دینداری سے نفرت ہو جاتی ہے کہتے ہیں کہ ہم نے بڑے بڑے دین دار دیکھے سب ایسے ہی ہوتے ہیں۔ اور شیطان یہ سمجھاتا ہے کہ جب دیندار ایسے ہیں تو اس دین داری میں کچھ اثر نہیں اور اس طرح اور بھی دنیا میں منہمک کر دیتا ہے کہ فائدہ ہی کیا تو اس سے تو دنیا دار ہی اچھے کیونکہ دیندار ہوئے تو فلاں شخص جیسے ہو جائیں گے اور دینداروں کی شکل نہ ہو تو اگرچہ خود برباد ہو لیکن کوئی دوسرا تو فریب میں نہیں آتا۔ صاحبو! آج بہت بڑی جماعت ان ہی نام کے مولویوں کو دیکھ کر علم دین سے متنفر ہو گئی ہے۔ جب ان سے کہا جاتا ہے تو وہ صاف یہ جواب دیتے ہیں کہ فلاں مولوی

---

(۱) پھر ان کاموں کو کرتے دیکھ کر

صاحب جیسے ہیں ویسے ہی ہم بھی ہوجائیں گے پھر کیا نتیجہ ہوگا کہ دنیا سے بھی کھوئے گئے اور دینداری ملی تو ایسی ملی۔ یہ ضرر ہوا ان کے دین سے بے فکری کرنے کا خود تو بگڑے ہی تھے دوسروں کے لئے بھی ایک برا نمونہ بن گئے۔

اسلاف کا کردار[1]: سلف صالحین[2] کی یہ حالت تھی کہ ان کو دیکھ کر لوگ اسلام قبول کرتے تھے۔ دیکھئے! صحابہ کرامؓ کی کیا حالت تھی؟ کہ ان کے اعمال کو دیکھ کر لوگوں کو اسلام سے انس[3] ہوتا تھا۔ رہا تلوار اٹھانے کا قصہ سو یہ محض رفع اعلاء[4] حق کیلئے تھا خواہ اسلام[5] سے یا استسلام سے نہ کہ لوگوں کو زبردستی مسلمان کرنے کے لئے چنانچہ تلوار سے کوئی اسلام نہیں لایا۔ کیونکہ اسلام دل سے ماننے اور تصدیق کرنے کا نام ہے سو اگر تلوار کے زور سے لوگ اسلام لاتے ان کے قلوب[6] پر تلوار کا اثر کیسے ہوجاتا اور دل پر اثر ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ان کے اخلاق وعادات نہایت پاکیزہ اور شریعت مطہرہ کی تعلیم کے بالکل مطابق ہوگئے تھے پس معلوم ہوا کہ دل پر کوئی اثر ہوتا تھا۔ پس اس اثر کا سبب مسلمانوں کے معاملات تھے۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زرہ جو چوری ہوگئی تھی ایک یہودی کے پاس ملی آپ نے دیکھ کر پہچانی اور فرمایا: کہ یہ میری زرہ ہے۔ یہودی نے کہا گواہ لاؤ۔ اللہ اکبر کس قدر اسلامی تعلیم کا نمونہ اپنے کو بنالیا تھا کہ جہاں رعایا کو زبان سے آزاد کیا عمل سے بھی دکھلادیا کہ ایک یہودی کی یہ جرات ہے کہ صاحب سلطنت سے کہتا ہے کہ گواہ لاؤ حالانکہ یہود خود ایک

---

(۱) گذشتہ آباؤ اجداد (۲) پہلے نیک بزرگ (۳) لگاؤ (۴) یہ صرف حق کو بلند کرنے کیلئے تھا (۵) خود بذریعہ اسلام یا لوگوں کو فرمانبردار بنا کر جیسے کفار سے جزیہ لیکر ان کو تابع کیا اور اسلام کو غالب کیا ان کو مسلمان ہونے پر مجبور کیا صرف اسلام کی سربلندی کو منوایا (۶) دلوں

ذلیل قوم تھی جب سے انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ سرکشی کی تھی اس وقت سے برابر ذلت اور خواری ہی کی حالت میں رہے اور اب بھی جہاں ہیں ذلیل اور خوار ہی ہیں سچ کہا ہے۔

عزیزیکہ از درگہش سر بتافت　　　بہر در کہ شد ہیچ عزت نیافت

(جس کسی عزت والے نے بھی اس کے دروازے سے منہ موڑا پھر جس در پر بھی گیا کچھ عزت نہیں ملی)

پس ایک تو اس کو قومی ذلت اور پھر یہ کہ آپ ہی کے قلمرو[1] کا رہنے والا مگر اس پر بھی یہ جرات؟ صاحبو! یہ ہے حقیقی آزادی نہ وہ جو آج کل اختیار کی گئی ہے کہ دین سے نکل گئے۔ خدا کو چھوڑا رسول کو چھوڑا۔ آزادی یہ ہے کہ کسی صاحب حق کی زبان بند نہ کریں، کسی پر ظلم نہ کریں حضور ﷺ کی یہ حالت تھی کہ ایک یہودی کا کچھ قرض آپ کے ذمہ تھا ایک روز اس نے حضور ﷺ کی مسجد میں آکر حضور ﷺ کی شان میں بے باکانہ[2] کچھ الفاظ کہے صحابہ کرامؓ نے اس کو دھمکایا حضور ﷺ نے فرمایا ان لصاحب الحق مقالاً (جس کسی شخص کا کسی دوسرے پر کچھ حق ہوتا ہے اس کے کہنے کا حق حاصل ہے) تو آزادی یہ ہے کہ حکومت کر کے رعایا کو اتنا آزاد کر دیں چنانچہ حضرت علیؓ نے اپنے عمل سے اتنا آزاد بنا دیا تھا کہ اس یہودی نے کہا کہ گواہ لاؤ یا نالش[3] کرو۔ چنانچہ حضرت شریحؒ کے ہاں جو کہ اس وقت قاضی تھے۔ اور حضرت عمرؓ کے وقت سے اسی عہدے پر چلے آتے تھے۔ جا کر نالش[4] دائر کی۔ دونوں مدعی مدعا علیہ بن کر مساوات[5] کے ساتھ عدالت میں گئے۔ حضرت شریحؒ نے موافق قاعدہ شریعت

---

(۱) آپ ہی کی حکومت میں رہنے والا (۲) آزادانہ (۳) فریاد۔ یعنی عدالت میں مقدمہ کرو (۴) مقدمہ دائر کیا (۵) برابری کی بنیاد پر

کے پوچھنا شروع کیا۔ یہ نہیں کہ امیر المومنینؓ کے آنے سے بل چل پڑ جائے۔ غرض نہایت اطمینان سے اس یہودی سے پوچھا کہ کیا زرہ حضرت علیؓ کی ہے اس نے انکار کیا اس کے بعد حضرت علیؓ سے کہا کہ گواہ لائیے! اللہ اکبر ذرا آزادی دیکھئے! کہ ایک قاضی سلطنت خود امیر المومنین سے گواہ طلب کر رہے ہیں اور امیر المومنین بھی حضرت علیؓ جن پر احتمال دعوی خلاف واقع کا ہو ہی نہیں سکتا۔ مگر یہ محض ضابطہ کی بدولت تھا۔ واللہ جن لوگوں نے تمدن سیکھا ہے اسلام سے سیکھا پھر بھی اسلام کے برابر عمل نہ کر سکے۔ غرض حضرت علیؓ دو گواہ لائے ایک امام حسنؓ اور ایک اپنا آزاد کردہ غلام جس کا نام قنبر تھا۔

اختلاف اسلاف[1] **:** حضرت شریح اور حضرت علیؓ میں یہ مسئلہ مختلف فیہ[2] تھا کہ حضرت شریحؒ بیٹے کی گواہی باپ کے لئے جائز نہ سمجھتے تھے اور حضرت علیؓ کے نزدیک جائز تھی اس لئے حضرت علیؓ نے حضرت امام حسنؓ کو پیش کر دیا آج اختلاف پر علماء کو برا بھلا کہا جاتا ہے حالانکہ یہ اختلاف پہلے ہی سے چلا آرہا ہے مگر آج کل کی طرح ان حضرات میں برا بھلا کہنا نہ تھا ایک دوسرے کی تکفیر[3] و تضلیل نہ کرتے تھے آج کل سب و شتم[4] کی زیادہ تر وجہ علاوہ نفسانیت کے ایک یہ بھی ہے کہ ہر جگہ اصاغر[5] کی علمداری ہے اور اکابر[6] خود آپس میں ملتے نہیں کہ اصل بات کا پتہ چل سکے جس طرح چھوٹے کہہ دیتے ہیں اسی کو صحیح سمجھا جاتا ہے یہ نہیں کرتے کہ راوی[7] کو ڈانٹ دیں۔

---

(۱) پہلے بزرگوں میں اختلاف (۲) اس مسئلہ میں اختلاف تھا (۳) ایک دوسرے پر کفر کے فتوے اور ایک دوسرے کو ذلیل نہیں کرتے تھے (۴) گالی گلوچ (۵) چھوٹوں کا عمل دخل ہے (۶) بڑے آپس میں ملتے نہیں (۷) بات نقل کرنے والے

ہمارے حضرت حاجی[1] صاحب نور اللہ مرقدہ تھانہ بھون میں رہتے تھے کہ ایک شخص نے آ کر کہا آپ کو فلاں شخص یوں کہتا ہے حاجی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس نے تو پس پشت[2] کہا تھا لیکن تو نے تو منہ ہی پر کہدیا! تو اس سے بھی زیادہ برا ہے پھر کبھی اس شخص کا حوصلہ کسی بات کے نقل کرنے کا نہیں ہوا۔ اگر ایسا کردیں تو راوی درست ہوجائیں۔ تو اکثر وجہ یہی ہوتی ہے کہ بڑے تو ملتے نہیں چھوٹے بات کو بڑھا کر نقل کرتے ہیں اور ان کو روکا جاتا نہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کی رد میں رسالے تصنیف ہوتے ہیں، ایک دوسرے پر تبرا کرتے[3] رہے ہیں بس یہ اختلاف مذموم[4] ہے ورنہ نفس اختلاف اہل فن میں ایک لازمی بات ہے چنانچہ علماء سلف میں بھی ہوا اور اسی طرح اطباء میں بھی ایک مریض کے علاج میں اختلاف ہوتا ہے۔ ایک ہی مقدمہ دو وکیلوں کے پاس لے جاؤ تو ہر ایک علیحدہ رائے دے گا۔ مگر باوجود اس کے دونوں ایک ہی دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں ان میں ذرا بھی لڑائی نہیں ہوتی پھر اس کی کیا وجہ کہ علماء میں ذرا سے اختلاف سے لڑائی ہوجاتی ہے۔ بس ایک وجہ یہ بھی ہے کہ چھوٹوں کی عملداری[5] ہے اور کبھی غرض نفسانی بھی ہے۔ غرض حضرت علیؓ کا یہ مذہب تھا کہ بیٹے کی گواہی معتبر ہے اور حضرت شریحؒ اس کو نہیں مانتے تھے۔ حضرت شریحؒ نے اپنے اجتہاد پر عمل کیا اور امام حسنؓ کی گواہی نہیں مانی اور حضرت علیؓ سے کہا کہ غلام تو چونکہ آزاد ہوچکا اس کی گواہی تو مقبول ہے مگر بجائے امام حسنؓ کے اور کوئی گواہ لائیے! حضرت علیؓ نے کہا کہ اور تو کوئی گواہ نہیں ہے۔ حضرت شریحؒ نے حضرت علیؓ کا دعویٰ خارج کردیا۔

---

(۱) حاجی امداد اللہ صاحبؒ (۲) پیٹھ پیچھے (۳) الزام تراشی ہورہی ہے (۴) برا ہے (۵) چھوٹوں کا عمل دخل

اگر آج کل کے معتقد ہوتے تو حضرت شریحؒ سے لڑ مرتے لیکن حضرت شریحؒ اور حضرت علیؓ ان کی طرح مذہب[1] فروش نہ تھے وہ مذہب کے برابر پر[2] جان فدا کرتے تھے اگر حضرت شریحؒ سے پوچھا جاتا تو وہ قسم کھا کر کہہ سکتے تھے کہ حضرت علیؓ سچے ہیں لیکن چونکہ ضابطہ شریعت اجازت نہیں دیتا تھا اس لئے آپ نے اپنے عقیدت پر کاروائی نہیں کی۔ آخر باہر آکر یہودی نے دیکھا کہ ان پر تو ذرا بھی ناگواری کا اثر نہیں ہوا باوجودیکہ آپ اسد اللہ[3] ہیں بر سر حکومت ہیں تو کس چیز نے ان کو برہم نہیں ہونے دیا۔ غور کر کے کہا کہ حقیقت میں اب مجھے معلوم ہوا کہ آپکا مذہب بالکل سچا ہے یہ اثر اسی کا ہے لیجئے یہ زرہ آپ ہی کی ہے اور میں مسلمان ہوتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اشہد ان لاالٰہ الا اللہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ. آپ نے فرمایا کہ ہم نے یہ زرہ تجھی کو دی غرض وہ یہودی مسلمان ہوگیا اور آپ ہی کے ساتھ رہا حتی کہ ایک لڑائی میں شہید ہوگیا۔ اب بتلایئے کہ یہ یہودی حضرت علیؓ کی تلوار کو سر پر دیکھ کر مسلمان ہوا یا اس کو نیام میں دیکھ کر غرض حضرات سلف ایسے تھے کہ ان کو دیکھ کر دوسرے لوگ اسلام قبول کرتے تھے ۔ اور آج سب سے زیادہ مسلمان ہی بدنام ہیں اور کفار کیوں نہ بدنام کرتے خود مسلمان ہی اپنے کو بدنام کرتے ہیں۔

فقدان امانت[4]: ہماری یہاں تک حالت ہے کہ اگر کوئی شخص کہیں باہر جانے لگے اور اس کو دس ہزار روپے رکھنے کی ضرورت ہو تو کسی مسلمان پر بخوف خیانت[5] اعتماد نہ کرے گا اس کام کے لئے مہاجن[6] پر اعتماد کرے

---

(۱) مذہب کو بیچنے والے (۲) ہر حکم پر جان قربان کرتے تھے (۳) اللہ کے شیر (۴) امانت کی کمی (۵) خیانت کے ڈر سے (۶) ہندو بنئے

گا بعض مقامات پر مجروحین[1] طرابلس کے لئے چندہ ہوا اور انگریزوں کے وسیلے[2] سے بھیجا گیا۔ میں نے خود دیکھا کہ بڑے بڑے رئیس جائیداد وقف کرتے ہیں اور احکام انگریزی کو متولی کرتے ہیں اس لئے کہ ان کو کوئی مسلمان اس کا اہل نہیں ملتا مگر افسوس کہ ہم کو اپنی اس حالت کی بھی ذرا خبر نہیں۔ ہاں! کچھ اللہ کے بندے ایسے بھی ہیں کہ وہ خیانت تو کیا روپیہ کو ہاتھ لگانے سے بھی احتیاط کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ بریلی تشریف لے گئے۔ ایک رئیس نے بہت سا روپیہ آپ کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ اس کو جہاں آپ کا جی چاہے صرف کیجئے! مولانا نے فرمایا کہ میں اس روپے کو خرچ کرنے کے قابل نہیں ہوں اور بطور ظرافت کے فرمایا کہ دلیل اس کی یہ ہے کہ اگر مجھے اس قابل سمجھا جاتا ہے تو یہ روپیہ خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھ کو ملتا جب نہیں ملا تو معلوم ہوا کہ میں اس قابل نہیں ہوں آپ خود ہی خرچ کیجئے! آخر اس نے مصرف کے متعلق مشورہ دریافت کیا آپ نے رائے دی کہ اس کی جائیداد خرید کر اس کی آمدنی سے ایک مدرسہ جاری کر دیجئے لیکن اس وقت میں مولانا کے ساتھ دس پندرہ نام بھی نہ لے سکا کیونکہ ایسے بہت کم لوگ ہیں اور قبل زمانے[3] میں سب ایسے ہی تھے اور خائن[4] بہت کم ہوتے تھے اس لئے جب تذکرہ اس قسم کا ہوتا تھا تو خائنوں کو گنا جاتا تھا اب چونکہ علی العموم[5] لوگ خائن ہیں اس لئے دیانت داروں کو شمار[6] کیا جاتا ہے جس کے معنی صاف یہ ہیں کہ ان کے سوا سب خائن اور ناقابل اعتبار ہیں غرض مسلمانوں کی عموماً الاماشاء اللہ یہ حالت ہو گئی اور یہ تمام تر اسی کی وجہ سے ہے کہ ہم سب دنیا میں منہمک[7] ہیں دین کی فکر نہیں۔

---

(1) طرابلس کے زخمیوں کے لئے (2) واسطے (3) پہلے زمانے میں (4) خیانت کرنے والے (5) اکثر (6) گنا (7) الجھے ہوئے

اسباب ترقی: اگر کہئے! کہ جن قوموں میں تہذیب ہے اور جنھوں نے اخلاق درست کر لئے ہیں ان میں دین کیا ہے وہ تو بے حد دنیا میں منہمک ہیں تو معلوم ہوا کہ یہ تشخیص غلط ہے کہ انہماک فی الدنیا[۱] کی نسبت ہماری سب بد حالی ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ ان کی ظاہری تہذیب کی وجہ ہے[۲] کہ انھوں نے ان اخلاق میں دینداروں ہی کی نقل کی ہے پس علت تہذیب کی وہی دین نکلا اگر معنیً نہیں صورۃً ہی سہی۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ ان کے مصنفین نے اقرار کیا ہے کہ ہم نے جو کچھ تہذیب و تمدن سیکھا وہ مسلمانوں[۳] سے سیکھا۔ اور مسلمانوں میں یہ تہذیب دین کی وجہ سے ہوئی تھی۔ مثلاً سچ بولنا ایک ایسی صفت ہے۔ کہ سچ بولنے والے کا سب ہی اعتبار کرتے ہیں حتی کہ اس صفت کی بدولت کفار حضور ﷺ کو محمد امین کہتے تھے۔ چنانچہ[۴] بناء کعبہ کے وقت حجر اسود کے رکھنے میں جب اختلاف ہوا اور قریب تھا کہ تلوار نکل پڑے کیونکہ وہاں تلوار کا نکل آنا کیا مشکل تھا آخر عقلاء نے کہا کہ کسی کو پنچ بنالو[۵] فیصلہ اس پر ہوا کہ جو مسجد میں سب سے پہلے آئے وہی پنچ ہے اور سب نے دعا کی کہ یا اللہ کسی ایسے شخص کو بھیج جو مناسب فیصلہ کردے۔ آخر سب سے پہلے حضور ﷺ مسجد میں تشریف لائے جب لوگوں نے حضور ﷺ کو دیکھا تو مسرت کا نعرہ مارا کہ جاء محمد الامین (حضرت محمد ﷺ جو بڑے امانت دار ہیں تشریف لے آئے) اگر کوئی دوسرا بھی آتا تو لوگ اسی کو حکم بنالیتے لیکن یہ مسرت جس کا اظہار انھوں نے اپنے ان لفظوں میں کیا کہ جاء محمد الامین ہرگز نہ ہوتی یہ محض آپ کی صفت

---

(۱) دنیا میں کھپ جانے کی وجہ سے (۲) اشارہ اس طرف ہے کہ اگر لوگوں کی خاطر سے ان کا مہذب ہونا تسلیم بھی کر لیا جائے تو یہ جواب ہے ورنہ ہم تو یہ بھی تسلیم نہیں۔ معاملات روزمرہ اور معاہدات فیما بین ان کی غداریاں کالشمس فی رابعۃ النہار ہیں جو ہمارے دعوے پر شاہد عدل ہیں (۳) گو اس کو کہا ہو باقی نہیں رکھا۔ ۱۲ سعید (۴) کعبۃ اللہ کی تعمیر کے وقت (۵) منصف

صدق[1] کی بدولت تھی۔ غرض آپ سے فیصلہ کے لے کہا گیا آپ نے فرمایا کہ اس کو ایک کپڑے میں رکھ کر ہر قبیلہ کا سردار اس کا ایک کونہ پکڑے اور سب اس طرح اس کپڑے کو خانہ کعبہ تک پہنچا دیں وہاں پہنچ کر اس کے نصب کرنے کے لئے مجھے وکیل بنا دیں کہ وکیل کا فعل موکل کا فعل ہوتا ہے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ تو حضور ﷺ پر صفت صدق کی وجہ سے لوگوں کو پورا اعتماد تھا کہ آپ ہر گز کسی کی طرف داری نہ کریں گے۔ لوگ کہتے ہیں کہ تجارت کے لئے روپیہ کی ضرورت ہے یہ بالکل غلط ہے صرف صدق کی ضرورت ہے دیکھئے اکثر روپیہ والوں کو بھی قرض نہیں مل سکتا اور بہت سے مفلسوں کو مل جاتا ہے اور اسی سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ روپیہ ہونا کوئی عزت کی بات نہیں بلکہ صدق اور اعتبار اصل عزت ہے تو اپنی شریعت کی تعلیم دیکھئے کہ ایسی چیز سکھائی اگر وہ ہو تو ایک پیسے کی بھی ضرورت نہیں اور نہ ہو تو ہزاروں روپیہ بھی بیکار ہے۔ ان لوگوں نے دیکھا کہ مسلمان برابر ترقی کرتے چلے جاتے ہیں یہ دیکھ کر اس کے اسباب میں غور کیا۔ اصل راز کو تو سمجھ نہیں سکے کیونکہ وہ تو یہ ہے کہ مسلمان خدا کی اطاعت کرتے تھے اور جو خدا تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اس پر خدا تعالیٰ متوجہ ہوتے ہیں اور اس کی وجہ سے اس کو ہر حالت میں ترقی ہوتی ہے مگر یہ اعمال صالحہ اس اصلی سبب کے قائم مقام ہوئے مثلاً ایثار، صدق، مساوات، آزادی۔ لیکن مساوات سے مساوات[2] بالمعنیٰ المتعارف اور آزادی سے آزادی بالمعنیٰ المتعارف مراد نہیں بلکہ وہ مساوات اور آزادی جو حضرت شریحؒ اور حضرت علیؓ نے برتی تو ان آثار کو دیکھ کر ان اخلاق کو اختیار کیا۔ اور ان پر وہ آثار مرتب ہوئے اور یہ اسلام کے سچے ہونے کی دلیل ہے کہ جہاں صورت اخلاق بھی ہے وہاں بھی وہ آثار[3] مرتب ہو

---

(۱) آپکی سچائی کی صفت کیوجہ سے تھی (۲) مساوات اور آزادی کے وہ معنیٰ جو آج لئے جاتے ہیں مراد نہیں (۳) نتیجہ

جاتے ہیں تو حقیقت اخلاق پر تو کیوں نہ مرتب ہوں گے تو معلوم ہوا کہ دوسری قوموں کی ترقی کے اسباب یہ اخلاق ہیں اور گو ان کو دنیا میں بھی انہماک ہے مگر وہ لوگ نہایت[1] دانش مندی سے اس انہماک سے ان اخلاق میں خلل نہیں ڈالتے۔

صورۃ دین کی برکت: لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی سمجھئے! کہ مسلمانوں اور غیر قوموں کے اخلاق میں ایک بڑا فرق ہے وہ یہ کہ مسلمانوں کی غرض تو ان اخلاق سے محض خداتعالیٰ کی رضا ہے مثلاً مسلمان اس لئے سچ بولے گا کہ اس میں خداتعالیٰ راضی ہیں اور دوسری قوموں کی غرض تحصیل دنیا ہے مثلاً ان کا اگر کوئی سچ بولے گا تو محض اس لئے کہ اس سے دنیا حاصل ہوتی ہے اور اس فرق کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مسلمان کا تو اگر سچ بولنے میں ضرر[2] بھی ہوگا تب بھی وہ سچ ہی بولے گا اور دوسری قوموں کو اگر سچ میں ضرر کا اندیشہ ہو اور یہ یقین ہو کہ جھوٹ کی کسی کو اطلاع بھی نہ ہوگی جس سے بدنامی کا اندیشہ بھی جاتا رہے جو کہ آئندہ کے لئے مضر[3] ہے تو ایسے وقت ممکن نہیں کہ غیر مسلم سچ بولے کیونکہ اس کے صدق[4] کا مدار دنیاوی نفع تھا اب اس پر مرتب نہیں لہذا وہ یقیناً جھوٹ بولے گا۔ تو مسلمانوں کے اخلاق دین ہیں اور دوسروں کے اخلاق محض صورت دین۔ اب اس اعتراض کا جواب ہوگیا کہ غیر قومیں بھی ترقی کررہی ہیں حالانکہ ان میں دین نہیں جس سے شبہ ہوتا ہے کہ اس کا مدار دین پر نہیں کیونکہ گو وہاں دین نہیں لیکن صورت دین تو ہے تو وہاں بھی دین ہی کی برکت ہے گو درجہ صورت ہی ہے۔ پس یہ آثار محض دین کی برکت سے ہوئے۔ سو جس قوم کو یعنی

---

(۱) نہایت عقل مندی (۲) نقصان (۳) نقصان دہ (۴) سچ

مسلمانوں کو ان کا حکم ہے جب وہ ان کو چھوڑ دیں گے تو ان میں خرابیاں اور بدنامیاں ضرور ہوں گی۔ پس ثابت ہوا کہ مسلمانوں کی سب پستیاں دین کو چھوڑنے سے ہیں۔ یہ ہے وہ مرض جس کو میں کہتا تھا اور جس کی طرف سے ایسی بے خبری ہے کہ اس وقت اس شخص کو وحشی سمجھا جاتا ہے جس کو دنیا کی حرص کم ہو کہا جاتا ہے کہ یہ دنیا کی ضرورت سے ناواقف ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دین کی فکر کو حماقت سمجھا جاتا ہے بلکہ عقل مند صرف وہ ہے کہ سود کو بھی نہ چھوڑے، قمار[1] و رشوت کو بھی نہ چھوڑے۔

دلی میں ایک شخص نے کہا تھا کہ اب وہ وقت نہیں رہا کہ مسلمان حلال و حرام کو دیکھیں اس وقت جس طرح بنے، روپیہ لینا چاہیے۔ اللہ اکبر اس وقت وہ حالت ہو رہی ہے کہ اگر کوئی شخص اس قسم کے معاملات میں احتیاط کرتا ہے تو اس کو کہتے ہیں کہ اس سے کیا ہو سکتا ہے یہ کچھ نہ کرے گا۔ تو غور کیجئے! کہ یہ کتنا شدید مرض ہے کہ جس کو صحت سمجھا جاتا ہے یعنی آج دین سے بے فکری اور لاپرواہی کرنے کو ہنر سمجھا جاتا ہے کہ اگر ایک وقت کی نماز بھی نہ پڑھتا ہو۔ لیکن بی اے پاس ہو تو وہ ترقی پر ہے اور اگر نماز بھی پڑھے اور تمام احکام شریعت کا پابند بھی ہو لیکن انگریزی نہ جانتا ہو تو وہ نیم[2] وحشی اور غیر مہذب ہے تو جس کا مذاق اتنا بگڑ گیا ہو اس کے مریض ہونے میں کیا شک ہے۔ اور میں صرف دنیا داروں ہی کو نہیں کہتا بلکہ دینداروں کو بھی کہتا ہوں کہ وہ بھی صرف تسبیح پڑھنے کو دین سمجھنے لگے ہیں نہ ان میں اخلاق ہیں نہ اخلاق کے آثار ہیں۔ صبر، توکل، انس، شوق، وغیرہ کا ان میں پتہ بھی نہیں۔ میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ تسبیح تو بہت پڑھتے ہیں لیکن غریبوں پر ان کو ذرا بھی رحم نہیں

---

(۱) جوئے (۲) آدھا جنگلی

آتا۔ سر پر عمامہ بھی ہے کرتا بھی نیچا ہے مگر ظلم و ستم انتہا درجہ کا۔ ایک پیسہ کہیں خرچ نہ کریں گے اپنا حق بھی نہ ہو مگر اس کو اپنا حق سمجھیں گے۔ ایسے لوگوں نے دین کو بدنام کر دیا اور ایسے ہی لوگ ہیں جو مرض کو ہنر اور ہنر کو مرض سمجھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ زیادہ تقویٰ کرنے سے دنیا کا نقصان ہوتا ہے تو جب ان کی یہ حالت ہے تو دنیاداروں کی کیا شکایت کی جائے۔ غرض یہ مرض اس لئے بھی اشد[1] ہو گیا کہ لوگ اس سے غافل ہیں اور انہوں نے اس کو صحت سمجھ رکھا ہے۔

حقیقت دین: اس آیت میں خدا تعالیٰ نے ہمارے اسی مرض کا علاج بتلایا ہے۔ ترجمہ آیت کا یہ ہے کہ اے مسلمانو! تم کو تمہارا مال اور تمہاری اولاد خدا کے ذکر سے غافل نہ کر دے۔ یہ اول آیت کا ترجمہ ہے جو کہ اس مقام پر مقصود ہے اور اس آیت میں دنیا کو ایک مختصر سی فہرست میں بتلا دیا یعنی مال اور اولاد۔ گویا خلاصہ دنیا کا یہ ہے۔ چنانچہ جب کسی کی خوش حالی کی تعریف کی جاتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ مال بھی ہے اولاد بھی ہے اور ذکر اللہ سے مراد یہی نہیں کہ اللہ اللہ کیا کرے بلکہ مطلق اطاعت مراد ہے چنانچہ حصن حصین[2] میں منقول ہے کہ کل مطیع فھو ذاکر (جو شخص اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنے والا ہے در اصل وہی سچا ذاکر یعنی اللہ تعالیٰ کا یاد کرنے والا ہے) حتیٰ کہ اگر خدا تعالیٰ کے امتثال امر[3] کے لئے کھانا بھی کھائے تو وہ بھی ذکر ہے بلکہ اگر قربت منکوحہ[1] میں بھی پابندی دین مقصود ہو تو وہ بھی ذکر ہے۔ علی ہذا اگر استنجا بھی اس نیت سے کرے کہ اس سے فارغ ہو کر عبادت میں مشغول ہو گا تو وہ بھی ذکر

---

(۱) سخت (۲) کتاب کا نام ہے (۳) اللہ کے حکم کی بجا آوری میں (۱) بیوی سے صحبت کرنے میں

ہے اور راز اس میں یہ ہے کہ ذکر کے معنی یاد کرنے کے ہیں اور اس کی علامت یہ ہے کہ جو کام ہو مرضی کے موافق ہو پس اسی کو ذکر نہیں کہتے کہ تسبیح لے کر بیٹھے اگر کوئی پانچ وقت کی نماز پڑھے روزہ رکھا کرے اور بصورت وجوب حج کرے زکوٰۃ ادا کردے اور ایک تسبیح بھی نہ پڑھے تو اگرچہ خاص برکات سے یہ محروم رہے گا لیکن نجات میں ذرا بھی کمی نہ ہوگی ہاں یہ شرط ہے کہ گناہوں کا ارتکاب نہ کرے تو گویا جو شخص صرف اوامر[1] اور نواہی پر عمل کرے وہ خدا کا مقبول ہے اس کو نہ قبر میں تکلیف ہوگی نہ قیامت میں عذاب ہوگا تو حقیقت دین کی ذکر ہے اور اس کے لئے تسبیح کی ضرورت نہیں توضیح[2] کے لئے ایک مثال اس کی غرض کرتا ہوں۔ فرض کیجئے! کہ ایک شخص کسی عورت پر فریفتہ[3] ہوگیا اور اس عورت نے کہا کہ میں رات کو ملوں گی لیکن ذرا آدمیوں کی شکل بنا کر آنا۔ یہ حکم اس عورت کی طرف سے نازل ہوا۔ اب یہ شخص ایسا کرے گا؟ یہ کرے گا کہ نائی کو بلا کر خط بنوائے گا غسل کے لئے پانی مہیا کرے گا اور غسل کرے گا۔ بازار جا کر کچھ زیور وغیرہ ہدیہ دینے کو خریدے گا صبح سے شام تک اسی دھن میں رہے گا۔ لیکن صبح سے شام تک نام ایک دفعہ بھی اس کا نہیں لیا تو بظاہر اس نے اپنے ہی کو بنایا سنوارا اور خرید و فروخت میں مشغول رہا اور اس وجہ سے جس کو راز کی خبر نہیں وہ یوں سمجھے گا کہ یہ شخص دعویٰ عشق میں بالکل کاذب[4] ہے مگر جس کو دل کی لگی کی خبر ہے وہ جانتا ہے کہ ہر وقت دل میں وہی محبوبہ بسی ہے اگر عطر خرید رہا ہے تو اسی لئے کہ اس سے ملوں گا زیور خریدا ہے تو اس واسطے کہ اس کو پہناؤں گا غرض ہر کام اسی کے لئے ہے اپنے لئے کچھ بھی

---

(۱) ایسے کام جن کے کرنے کا حکم کیا گیا ہے اور جن سے روکا گیا (۲) وضاحت کیلئے (۳) عاشق ہوگیا (۴) جھوٹا

نہیں ورنہ گذشتہ کل میں یہ سب کام کیوں نہیں کیا تھا۔ تو جب محبوبہ دنیا یہ غلبہ کر سکتی ہے۔ تو کیا محبوب حقیقی کی محبت ہر چیز میں غالب نہیں آسکتی۔

عجب داری از سالکان طریق که باشند در بحر معنے غریق

(تو تعجب کرتا ہے طریقت اور سچی درویشی کے راستہ پر چلنے والوں پر کہ وہ ہر وقت معنیٰ کے دریا کی گہرائیوں میں غوطے لگاتے رہتے ہیں)

تو اگر کسی تاجر کو خدا سے محبت ہو تو وہ تاجر وہی چیز لے گا جو خدا تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہو کھانا بھی اسی لئے کھائے گا کہ خدا کا حکم ہے آرام بھی اسی لئے کرے گا کہ اس وقت آرام کرنے کا حکم ہے۔ تو ظاہر حالت دیکھنے والا اگرچہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ دیندار نہیں ہے مگر واقع میں وہ پکا دیندار ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اگر کوئی شخص دین کے لئے گھوڑا پالے تو اس گھوڑے کا کھانا پینا سونا حتیٰ کہ اچھلنا کودنا پیشاب لید[1] کرنا سب اس شخص کے اعمال صالحہ میں لکھا جاتا ہے دیکھئے خود اس شخص کا عمل بھی نہیں بلکہ گھوڑے کا عمل اور اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے۔ تو جب نیک نیت کے گھوڑے کا عمل اور استنجا کرنا بھی اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا تو خود اس کے اعمال جن کا دین سے تعلق ہو گو صورۃً[2] وہ دنیاوی ہوں وہ کیوں اس کے نامہ اعمال میں نہ لکھے جائیں گے؟ بس خود اس کا بول و براز[3] کرنا بھی اس کے لئے موجب[4] اجر ہوگا۔ پس استنجا بھی اگر موافق حکم کے ہو اور بغرض عمل[5] بالحکم ہو وہ بھی دین ہے چنانچہ اسی سبب سے اس کے قواعد بھی ہم کو بتلائے گئے۔

---

(۱) پاخانہ (۲) اگرچہ شکل کے اعتبار سے (۳) پیشاب پاخانہ (۴) ثواب کا باعث (۵) حکم پر عمل کرنے کی نیت سے ہو

صحابہ رضی اللہ عنہم کی اولوالعزمی[1] **:** اور اسی بنا پر جب ایک صحابیؓ پر ایک شخص نے یہ طعن کیا کہ تم کو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہگنا موتنا بھی سکھلاتے ہیں تو ان صحابیؓ نے نہایت دلیری سے یہ جواب دیا کہ بیشک ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو ہگنا موتنا بھی سکھلاتے ہیں صحابہؓ چونکہ حقیقت سمجھتے تھے ایسے مواقع میں اعداء[2] دین سے الجھتے نہ تھے اب ہم لوگوں کی یہ حالت ہے کہ صریح دین کی بات میں بھی الجھنے لگتے ہیں۔ ایک شخص کہتے تھے کہ میں نے ریل میں نماز اس لئے نہیں پڑھی کہ سب کے سب ہندو ہی اس میں تھے وہ میری حرکات پر ہنستے اور اسلام کی اہانت[3] ہوتی استغفراللہ[4] اور گو الحمدللہ ہم پر اتنا اثر تو نہیں ہوتا کہ نماز چھوڑ دیں لیکن اتنا اثر ضرور ہوتا ہے کہ اگر ہم غیروں کے سامنے کھانا کھاتے ہوں اور ہمارے ہاتھ سے ٹکڑا زمین پر گر پڑے تو اس کو اٹھا کر کبھی کھانے کی ہمت نہ ہو گی اس کو عار سمجھیں گے اگر بہت ہی ادب اور دینداری کا غلبہ ہوگا تو کسی نوکر کو اٹھا کر دیں گے کہ اس کو کہیں ادب سے رکھ دو مگر صحابہ کرامؓ کی یہ حالت تھی کہ حضرت حذیفہؓ کہیں کے حاکم ہو کر گئے ایک مرتبہ دورہ میں تھے کہ کھانا کھاتے وقت ایک لقمہ آپ سے گر گیا مٹی لگ گئی معلوم ہوتا ہے کہ کوئی فرش بھی کافی آپ کے آگے نہ تھا آپ نے اس لقمے کو اٹھا کر صاف کر کے کھالیا اور سب عجمی دیکھتے رہے ایک شخص نے اسی وقت آپ کے کان میں کہا کہ یہ لوگ ایسی باتوں کو ذلت سمجھتے ہیں آپ نے باآواز بلند یہ جواب دیا کہ ان احمقوں کی خاطر اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو نہیں چھوڑ سکتا۔ صاحبو! ہم کو جو کچھ ذلت ہوئی وہ اپنے اسلاف[5] کی اتباع چھوڑنے سے ہوئی۔ ایسا ہی قصہ حضرت خالدؓ کا ہے کہ ماہان ارمنی کے پاس جب مسلمان گئے تو وہاں حریر[6] کا فرش بچھا ہوا تھا۔

---

(۱) بلند حوصلگی (۲) دین کے دشمنوں (۳) ذلت (۴) اللہ تعالیٰ معاف فرمائے (۵) اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر نہ چلنے سے ہوئی (۶) ریشم

حضرت خالدؓ نے حکم دیا کہ اس کو الٹ دیا جائے ماہان ارمنی نے کہا کہ میں نے آپ کی عزت کی تھی آپ نے اس کو قبول نہیں فرمایا۔ حضرت خالدؓ نے حکم دیا کہ حضور ﷺ نے ہم کو اس سے منع کیا ہے اور تو جو یہ کہتا ہے کہ میں نے عزت کی تھی تو سمجھ زمین خدا کا فرش ہے جو تیرے حریری فرش سے بدرجہا بہتر اور افضل ہے۔

نباشد اہل باطن در پے آرایش ظاہر　　بنقاش احتیاجے نیست دیوار گلستان را

(جو اہل باطن ہوتے ہیں وہ اپنے ظاہر کو سنوارنے کی فکر میں نہیں رہتے باغ کی چہار دیواری جس پر خود پھولوں کی بیلیں ہوئی ہیں اس کو نقش و نگار بنانے والے کی کیا ضرورت؟)

ان حضرات کے قلوب ایسے کھلے ہوئے تھے کہ بڑے بڑے آدمی کو بھی خاطر میں نہ لاتے تھے۔ صاحبو! یہ ہے اولوالعزمی[1] اور جب ہر چمکدار چیز کی چمک دمک سے ہماری آنکھیں چندھیانے لگیں تو قلوب میں سے وہ اولوالعزمی جاتی رہی۔ ایک کنیسہ[2] میں صحابہ کرامؓ کو قید کی حالت میں عیسائیوں نے محض اپنی شان و شوکت و عظمت دکھلانے کو جہاں نہایت ہی آرائش اور چمک دمک تھی نیز وہاں حسین عورتوں کو جمع کیا گیا تھا مقصود یہ تھا کہ ان عورتوں کو دیکھ کر ان کی طرف میلان ہوگا اور ہمارے دین کی طرف راغب ہوں گے جب اس سامان کو دیکھا ہے تو باآواز بلند کہنا شروع کیا اللہ اکبر اللہ اکبر لکھا ہے کہ اس تکبیر کی ہیبت سے کنیسہ میں حرکت ہوگئی اور وہاں کے قندیل آپس میں ٹکرانے لگے۔ صاحبو! آج ہم لوگوں کی تکبیروں سے کیوں نہیں ٹکرا جاتے۔ واللہ ہم لوگ گر گئے ہیں۔

---

(۱) بلند حوصلگی (۲) یہود و نصاریٰ کا عبادت خانہ

عظمت خداوندی: مولوی عبدالجبار صاحب مجھ سے کہتے تھے کہ جب میں لارڈ ڈفرن سے ملا ہوں تو اس نے میری عبا کا دامن پکڑ کر کہا کہ اس لباس میں آپ شہزادہ معلوم ہوتے ہیں اور ہم تو اپنی وضع سے مجبور ہیں۔ میں اس قول کو نقل کر کے کہا کرتا ہوں کہ اگر مسلمانوں کے نزدیک علماء کا فتویٰ قابل وقعت نہیں تو صاحب وائسرائے کا فتویٰ ضرور قابل وقعت ہونا چاہیے۔ غرض ہمارے قلوب میں ہر معمولی و غیر معمولی چیز کی عظمت ہے اور صحابہ کرامؓ کے قلوب میں صرف خدا کی عظمت تھی۔ اب میں گرے ہوئے لقمہ کو اٹھا کر کھا لینے کا راز بتلاتا ہوں۔ سمجھئے! کہ اگر کوئی بادشاہ اپنے دربار میں بلا کر آپ کو کھانے کے لئے کچھ دے اور کہے کہ میرے سامنے بیٹھ کر کھاؤ اور اثنائے اکل[1] میں آپ سے ایک لقمہ زمین پر گر جائے تو اس وقت آپ کیا کریں گے؟ کیا اس لقمہ کو پھینک دیں گے۔ ہر گز نہیں۔ بلکہ نہایت سرعت[2] کے ساتھ اس کو اٹھائیں گے اور اٹھا کر صاف کر کے کھالیں گے تاکہ بادشاہ خوش ہو کہ ہماری دی ہوئی چیز کی اس نے قدر کی۔ افسوس کیا خدا کی عظمت شاہ دنیا کی عظمت کی برابر بھی نہ رہی؟ ان حضرات کے قلب میں خدا کی عظمت بھی تھی ہم نے عطیہ شاہ[3] کی تو اتنی عظمت کی اور عطیہ شہنشاہ[4] کی عظمت نہ کی۔

تسہیل شریعت: افسوس ہے کہ دل کی آنکھیں جاتی رہیں ہر چیز میں عیب نکالا جاتا ہے کہ یہ تو بچی رہ گئی ہے اور اس میں تو شک نہیں ہے مگر میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ بچی کھا جایا کرو! اگرچہ عقل کا فتویٰ تو یہی ہے کہ بچی بھی کھا جاؤ کیونکہ عطیہ شہنشاہ ہے اور اسی سے یہ بھی سمجھو کہ ہماری عقل ہماری دشمن

---

(۱) کھانے کے دوران (۲) جلدی سے (۳) بادشاہ کے تحفہ (۴) بادشاہوں کے بادشاہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ

ہے بر بنائے مذکور کھی کھانے کو بھی واجب کہتی ہے لیکن قربان ہوجایئے شریعت مطہر(۱) کے کہ اس نے رحم کیا اور اس کو چھوڑ دینے کی اجازت دی۔ اور یہاں سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ عقل ہم کو صعب(۲) اور دشوار گذار راہ پر لے چلنا چاہتی ہے۔ لیکن شریعت مطہرہ تسہیل کرکے نرم بتاتی ہے اور عقل کے فتوے کو منسوخ کرتی ہے۔ اے عقل کے پرستو! آپ عقل پر عمل کیجئے! اور ہم شریعت پر عمل کرتے ہیں۔ جن لوگوں نے عقل اور شریعت کے فتاوے کا موازنہ کرلیا ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ۔

آزمودم عقل دور اندیش را

بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

(میں نے دور تک سوچنے والی عقل کو بہت آزمایا بالآخر اپنے کو دیوانہ یعنی شریعت کا فرمانبردار بنانے ہی میں فائدہ دیکھا)

یعنی عقل تو بہت بڑی دشمن ثابت ہوئی اب شریعت پر چلیں گے۔ یہ بطور جملہ معترضہ کے تھا۔ مقصود یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کی یہ کیفیت تھی کہ وہ حقیقی دین کو سمجھتے تھے یعنی جو کام اللہ کے واسطے کیا جائے گو صورۃً وہ دنیوی(۳) حاجت ہی ہو چنانچہ حدیث شریف میں ہے **نھی عن الصلوۃ وھو حاقن** (جبکہ پیشاب پاخانہ کی سخت حاجت ہو نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے) فقہاء عظام نے لکھا ہے کہ ایسے وقت نماز پڑھنا حرام ہے۔

---

(۱) شریعت کی آسانی (۱) پاکیزہ شریعت (۲) مشکل (۳) صورت کے اعتبار سے چاہے وہ دنیا ہی کی ضرورت کیوں نہ ہو

مذمت بدعت[1]**:** یہاں سے ایک اور کام کی بات ذہن میں آئی وہ یہ کہ لوگ کہتے ہیں کہ مولوی فاتحہ اور تیجے وغیرہ کو حرام بتاتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ حضور ﷺ تو نماز کو منع فرماتے ہیں۔ اس کے جواب میں تم یوں کہو گے کہ حضور ﷺ نماز سے منع نہیں فرماتے بلکہ بے ڈھنگے پن سے منع فرماتے ہیں۔ میں کہوں گا کہ مولوی بھی ایسے ہی بے ڈھنگے پن سے منع کرتے ہیں۔ اب اگر کہو کہ اچھا پھر ڈھنگ کیا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ ڈھنگ وہ ہے جو صحابہ کرامؓ کرتے تھے کیا ان کے متعلقین نہ مرتے تھے؟ اور مرتے تھے تو ان سے فاتحہ اور تیجہ کرنا کہیں ثابت ہوتا ہے؟ کہیں بھی نہیں۔ بلاقید ثواب بخشتے تھے تم بھی ایسا ہی کرو۔ اخیر عذر لوگوں کا یہ ہے کہ صحابہؓ کو تو نیک کاموں کی رغبت تھی ان کو قیود کی ضرورت نہ تھی۔ اب چونکہ رغبت نہیں رہی لہذا اگر قیود ہوں جس میں تہلیل[2] و قرآن شریف پڑھنے والوں کا کچھ نفع دنیاوی بھی ہو تو رغبت پیدا ہوتی ہے اور نیک کام ہو جاتا ہے ورنہ بالکل رہ ہی جاتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو یہ نفع اس لئے معتبر نہیں کہ اس طرح سے تہلیل[3] وغیرہ پڑھنے سے ثواب بھی نہیں ہوتا۔ کیونکہ دنیا کے لئے وہ پڑھنا ہوتا ہے جب اس کو ہی ثواب نہ ملا تو بخشے گا کیا؟ پس وہ نفع کہاں محقق ہوا؟ دوسرے شریعت کا قاعدہ ہے کہ اگر کسی غیر مامور بہ[4] چیز میں مصلحت نفع اور مفسدہ دونوں جمع ہو جائیں تو مفسد کی وجہ سے اس کو چھوڑ دیں گے اور یہاں وہ مفسدہ یہ ہے کہ عوام اس کو دین کا جزو سمجھ گئے ہیں اور غیر دین کو دین کا جزو سمجھنا مذموم ہے کیونکہ اس میں اپنی تجویز کو حق تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا لازم

---

(۱) بدعت کی برائی (۲) پہلا کلمہ اور قرآن شریف (۳) کلمہ پڑھنے کی (۴) ایسی چیز میں جس کا شریعت نے حکم نہ دیا ہو نفع اور نقصان دونوں جمع ہوں تو نقصان کیوجہ سے اس کو ترک کیا جائیگا (۴) برا

آتا ہے اور اس کا مذموم ہونا یوں سمجھو! کہ اگر ایک منادی[1] یہ ندا دے کہ صاحب کلکٹر کا حکم ہے کہ ہر شخص ایک آنہ دے اور جمع کر کے کھانا پکوایا جائے اور فقراء کو کھلا کر گورنمنٹ کے لئے دعا کی جائے۔ حالانکہ صاحب کلکٹر نے یہ حکم نہیں دیا تھا۔ یہ تو ندا کرنا گورنمنٹ کی مصلحت ہی کو متقضمن[2] ہے مگر باوجود اس کے صرف اس لئے جرم ہوگا کہ اس منادی نے گورنمنٹ کی طرف سے ایسی چیز کو منسوب کر دیا جو واقع میں اس کی طرف منسوب نہیں ہے اگرچہ اس میں مصلحت بھی ہو۔ اسی طرح تیجہ وغیرہ کو داخل دین کرنے والوں نے بھی خدا تعالیٰ کی طرف ایسی چیز کو منسوب کیا جو واقع میں خدا تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں اگرچہ اس میں مصلحت بھی مان لی جائے۔ اب اس میں غور کر لو کہ لوگ اس رسم کو ایسا سمجھتے ہیں یا نہیں میں نے کان پور میں ایک شاہ صاحب کو خود یہ کہتے سنا کہ گیارھویں (۱۱) تاریخ تک جائز ہے پھر جائز نہیں۔ اور لیجئے کان پور کی کسی مسجد میں دو طالب علموں میں گفتگو ہو رہی تھی ایک کہتا تھا کہ نیاز دلانے والوں کا عقیدہ اچھا نہیں ہوتا دوسرا کہتا تھا کہ نہیں اچھا ہوتا ہے مقصود صرف بزرگوں کو ثواب بخشنا ہوتا ہے اور نیاز خدا ہی کی دلائی جاتی ہے۔ اتفاقاً اسی وقت ایک بڑھیا دونے میں مٹھائی لے کر آئی کہ مولوی صاحب اس پر بڑے پیر کی نیاز دے دو۔ مانع نے اس بڑھیا سے پوچھا کہ بڑی بی؟ اللہ میاں کی نیاز دے دیں؟ اور بڑے پیر صاحب کو ثواب بخش دیں؟ یہ پڑھے لکھے لوگ تاویل تو کر لیتے ہیں۔ لیکن واقع میں وہ تاویل چل نہیں سکتی۔ چنانچہ اس بڑھیا سے جو پوچھا گیا تو کہنے لگی نہیں بیٹا اللہ میاں کی نیاز تو میں دلا چکی ہوں یہ بڑے پیر صاحب کی نیاز ہے ممکن ہے کہ اس کے جواب میں کوئی یہ کہے کہ ہمارا تو یہ عقیدہ نہیں لہذا

---

(۱) پکارنے والا یہ آواز لگائے (۲) شامل

ہم کو تو جائز ہونا چاہئے۔ تو سمجھو! کہ شریعت کا یہ مسئلہ ہے کہ اگر ہمارے جائز فعل سے کوئی دوسرا مبتلائے معصیت[۱] ہوجائے تو ہم کو بھی اس فعل کا کرنا جائز نہ رہے گا اس کی ایسی مثال ہے کہ اگر طبیب منع کردے کہ بچے کو حلوہ نہ دینا تو ماں باپ کو بھی حلوہ پکانا یا کھانا نہ چاہیے کہ ان کو دیکھ کر بچہ ضد نہ کرنے لگے۔ بچہ کی حرص کے خیال سے ماں باپ خود ہی اس کو بوجہ محبت کے گوارا نہ کریں گے۔

ایصال ثواب کا طریقہ: صاحبو! اسی طرح اگر تم کو مسلمانوں سے محبت ہو تو سمجھ میں آجائے کہ اگر ہمارے کسی فعل سے کوئی بگڑے تو ہم کو بھی اس کے کرنے کی کچھ ضرورت نہیں۔ بلکہ اجازت نہیں اور اگر کرنا ہی ہے تو یہ کرو کہ اس کی صورت بدل دو۔

میری ہمشیرہ کا جب انتقال ہوا تو طالب علموں نے کہا کہ اگر اجازت ہو تو ہم جمع ہو کر قرآن شریف پڑھ دیں۔ میں نے کہا کہ پڑھو لیکن جمع ہو کر نہ پڑھو بلکہ ہر شخص اپنے حجرے میں بیٹھ کر جتنا جی چاہے پڑھ دے۔ اور اس میں راز یہ ہے کہ جو کام خدا کے لئے نہیں ہوتا وہ مقبول نہیں ہوتا اور ثواب بخشنے کی حقیقت یہ ہے کہ اپنا ثواب دوسرے کو دیا جائے تو جب اپنے ہی کو ثواب نہ ملے گا تو دوسرے کو کیا چیز دی جائے گی اور جب جمع ہو کر پڑھا جائے گا تو چار آدمی تو اللہ کے واسطے پڑھیں گے اور دس آدمی محض شکایت[۲] رفع کرنے کے لئے۔ اور اس نیت سے کہ اگر ہم نہ پڑھیں گے تو یہ اپنے دل میں سمجھیں گے کہ دیکھو ان لوگوں کو ہم سے تعلق کم ہے اور ایسوں کو خود ہی ثواب نہ ملے گا پھر وہ مرحومہ

---

(۱) گناہ میں مبتلا ہوجائے (۲) صرف شکایت دور کرنے کیلئے

کو کیا بخشیں گے لہذا تم سب حجرے میں بیٹھ کر پڑھو اور پھر پڑھنے کے بعد بھی نفس تلاوت یا مقدار تلاوت کی مجھ کو اطلاع نہ کرو کیونکہ اس میں میری خوشی مد نظر ہوگی۔ اس کے جواب میں لوگ کہتے ہیں کہ یوں تو کوئی بھی نہ پڑھے گا میں کہتا ہوں کہ رسم کے طور پر ہونا بھی تو نہ ہونے کے برابر ہے پھر اگر فرضاً کسی نے نہ بھی پڑھا تو کیا نقصان ہوگیا ثواب اب بھی نہیں ہوتا اس وقت بھی نہ ہوگا۔ ایک شخص کہنے لگا کہ اصلاح الرسوم سے مردوں کو بہت نقصان ہوا۔ میں نے کہا کہ مردوں کو تو نقصان نہیں ہوا لیکن زندوں کو نفع ہوگیا کیونکہ لوگ جو کچھ کرتے تھے دکھاوے کے لئے کرتے تھے اور اس سے ان کے نقصان کے سوا مردے کو کچھ بھی نفع نہ ہوتا تھا اور دکھاوے کی دلیل یہ ہے کہ اگر کسی سے یہ کہا جائے کہ فلاں شریف آدمی کو جو کہ نہایت غریب ہے پچاس روپے دے دو لیکن خفیہ دینا ورنہ وہ لے گا نہیں تو کوئی دینے والا بھی اس کو گوارا نہ کرے گا اور دل میں کہے گا کہ وہ اتنا روپیہ بھی خرچ ہو اور کسی کو خبر بھی نہیں ہوئی تو جب وہ عمل مخلوق کے دکھانے کو ہوا تو اس میں ثواب تو یقیناً نہ ملا پھر اس کے نہ دینے سے مردوں کا کیا نقصان ہوگیا؟ ہاں! زندوں کا نفع ہوگیا کہنے لگا کہ واقعی سچ کہتے ہو۔ تو یہ ایسی صاف باتیں ہیں کہ ہر شخص سمجھتا ہے۔ ع

اور اس پر بھی نہ وہ سمجھے تو اس بت کو خدا سمجھے

بعض لوگ کہتے ہیں کہ پہلے بھی تو علماء تھے! انہوں نے کیوں منع نہیں کیا؟ میں کہتا ہوں کہ پہلے بھی منع کیا ہے کتابوں میں سب کچھ موجود ہے۔ ہم لوگ حنفی ہیں حنفیہ کی کتابوں میں دیکھ لیجیے کہ امام صاحب رحمہ اللہ کا فتویٰ کیا ہے یہ سب جزئیات ان کے اصول کے موافق ہیں۔

حقیقت طاعت: غرض جب ایک وقت میں نماز بھی ممنوع ہوجاتی ہے تو رسوم کس شمار میں ہیں؟ سو پیشاب پاخانہ کے دباؤ کے وقت نماز کے ممنوع ہونے سے معلوم ہوا کہ ایک وقت پر استنجا بھی طاعت ہے حالانکہ صورت اس کی عبادت نہیں اس سے ثابت ہوا کہ اگر کوئی فعل جو صورۃ عبادت نہ ہو موافق حکم کے کیا جائے وہ بھی عبادت ہے یہ شرح ہے اس قول کی کل مطیع للہ فھو ذاکر پس دین، خدا کے راضی کرنے کا نام ہے اگر صبح سے شام تک کوئی ایک تسبیح نہ پڑھے لیکن احکام میں اطاعت کرے تو وہ دیندار اور ذاکر ہے دنیا دار اور غافل نہیں ہے۔

چیست دنیا از خدا غافل بدن   نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

(خدا تعالیٰ سے غافل ہونے کا نام دنیا ہے سونا چاندی بیوی بچے ان کو دنیا نہیں کہتے)

رزق مقسوم[1]: میرا یہ مقصود ہرگز نہیں کہ لوگ کماتے کیوں ہیں۔ صاحبو! دکان کرو تجارت کرو لیکن حدود شرع کی رعایت رکھو! سودے کے عیب کو ظاہر کر دیا کرو یہ کہدو کہ یہ جدوار اصلی ہے اور یہ نقلی۔ اگر وبا کے دن ہیں تو ایسا نہ کرو کہ ایک ہی بوتل سے عرق بادیان[2] اور گلاب اور بید[3] مشک سب نکلتا چلا آئے۔ اسی طرح برسوں کی رکھی ہوئی دوا نہ دو۔ اکثر لوگ کہا کرتے ہیں کہ اگر ہم سچ بولیں تو تجارت کیسے چلے؟ اول تو یہ غلط ہے کہ سچ بولنے سے تجارت نہ

---

(۱) تقسیم کیا ہوا رزق (۲) سونف کا عرق (۳) بید کی ایک قسم ہے جس کے پھول سنہری اور سیاہی مائل زرد ہوتے ہیں اور موسم بہار میں پتے نکلنے سے پہلے کھلتے ہیں جو نہایت خوشبودار ہوتے ہیں انہی کا عرق عرق بید مشک کہلاتا ہے جو بہت مفرح اور سرد ہوتا ہے

چلے گی۔ دوسرے نہ بھی چلے تو تمہارا کیا حرج ہے خدا دوسرے ذرائع سے رزق دے گا کان پور میں ایک شخص نے بانس کی تجارت شروع کی جب کوئی خریدار آتا تو صاف کہہ دیتے کہ یہ بانس چار برس چلے گا یہ سن کر خریدار واپس چلا جاتا لوگوں نے ان سے کہا کہ اور سچ بولو کہنے لگے کہ نہ بکے گا تو میرا کیا حرج ہے خدا تعالیٰ دوسرے طریق سے دے گا آخر ان کا ایسا اعتبار بڑھا کہ ان کے ہاں مال ہوتے ہوئے دوسروں کا مال بکنا کم ہوگیا۔ مولانا فتح محمد صاحب رحمہ اللہ کے ہاں ایک طالب علم مثنوی پڑھنے کیلئے آیا مولانا نے فرمایا اول روٹیوں کا بندوبست کرلو پھر پڑھنا اس نے کہا روٹی تو اللہ تعالیٰ دیں گے اور جب نہ دیں گے اپنی جان لے لیں گے اس کی کیا فکر! لوگوں کو خبر اطلاع ہوگئی پھر تو ان کی دعوتیں ہونا جو شروع ہوئیں تو کئی ماہ تک خوب مزے دار کھانے دو وقت ملتے تھے اور جتنا ان کو پڑھنا تھا خوب اطمینان سے پڑھ لیا کسی نے خوب کہا ہے۔

رزق مقسوم ست ووقت آں مقرر کردہ اند   پیش ازاں حاصل نمی گردد بجہد

(رزق مقسوم حساب سے ملتا ہے اور اس کا وقت مقرر ہے کتنی ہی کوشش کرو وقت سے پہلے اور مقررہ مقدار سے بڑھ کر نہیں مل سکتا)

تو رزق تو ملے گا ہی اور اگر قسمت کا نہیں تو تم کو مل کر بھی تمہارے کام نہ آئے گا۔ مثلاً ایک طبیب نے کہا کہ دو تولہ یخنی کھایا کرو زیادہ کی اجازت نہیں اب اگر ہوس سے زیادہ بھی پی لیں گے تو وہ دستوں کی راہ نکل جائے گی۔ ایک واقعہ ہے کہ لکھنؤ میں ایک نواب کو کسی مرض معدہ کے سبب صرف چند تولہ قیمہ چوسنے کی اجازت تھی اور زیادہ ہضم بھی نہ ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ انہوں نے ایک لکڑہارے کو دیکھا کہ سر پر سے لکڑیوں کا بوجھ اتار کر ان کے گھر کے سامنے رکھا اور چادر میں سے وہ موٹی روٹی نکال کر پیاز یا چٹنی سے کھا کر پانی پی کر زمین ہی

پر لمبا ہو کر سو گیا اور خراٹے لینے لگا نواب صاحب کہتے تھے کہ میں دل سے راضی ہوں کہ میری نوابی اس کو مل جائے اور اس کا آرام وچین مجھے دے دیا جائے۔ افسوس کہ انسان خدا پر نظر نہیں رکھتا۔ غرض رزق کی یہ حالت ہے تو اس کے لئے جھوٹ بولنا دغا کرنا حماقت محض ہے غرض تجارت کرنا زراعت کرنا جبکہ حدود کے اندر ہو سب دین ہے اس لئے میں یہ نہیں کہتا کہ کچھ نہ کرو مگر یہ کہتا ہوں کہ دغا فریب[1] نہ کرو جھوٹ نہ بولو اور یہ نہ سمجھو کہ جھوٹ بول کر ملے گا۔ صاحبو! کیا خدا تعالیٰ کو ناراض کر کے ملے گا؟ تو خدا کو راضی کر کے اس سے زیادہ نہ ملے گا؟ عجیب خیال ہے اور اگر کہو کہ اس دلیل کا یہی مقتضا ہے کہ فرمانبرداری میں زیادہ ملے گا مگر مشاہدہ تو یہی ہو رہا ہے کہ نافرمانی میں زیادہ ملتا ہے۔

برکت اطاعت: تو صاحبو! کہیں ایسا ہے بھی تو حقیقت اس کی یہ ہے کہ فرمانبرداروں کی ناداری محض ظاہری ہے اس کی حقیقت اس مثال سے سمجھو! ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ شاہ ابوالمعالی رحمہ اللہ کے پیران کے ہاں مہمان ہوئے اس روز شاہ صاحب مکان پر نہ تھے اور گھر میں فاقہ تھا۔ بیوی کو فکر ہوئی ادھر ادھر سے قرض لینا چاہا تو قرض بھی نہ ملا پیر صاحب کو اس حالت کا پتہ چل گیا انہوں نے ایک روپیہ دیا اور کہا کہ اس کا اناج[2] لے کر ہمارے پاس لاؤ چنانچہ لایا گیا آپ نے اس کو ایک برتن میں رکھ کر ایک تعویذ اس کے اندر رکھ دیا اور فرمایا کہ جب ضرورت ہوا کرے اس میں سے نکال لیا کرو اس تعویذ کی برکت سے اس اناج میں خوب وسعت ہوئی چند روز کے بعد حضرت شاہ ابوالمعالی رحمہ اللہ تشریف لائے۔ بیوی نے پیر صاحب کے آنے کا اور تعویذ رکھنے کا قصہ بیان کیا

---

(۱) دھوکہ (۲) غلہ

حضرت کو اس سے بہت تنگی پیش آئی کہ اب کبھی فاقہ کی نعمت نصیب نہ ہوگی آپ نے فرمایا کہ اس برتن کو میرے پاس لاؤ چنانچہ لایا گیا آپ نے تعویذ نکال کر اپنے سر میں رکھا اور فرمایا کہ حضرت کے تبرک کا مستحق تو میرا سر ہے اور اناج کے لئے حکم دیا کہ سب تقسیم کردیا جائے۔ اگلے وقت سے پھر فاقہ شروع ہوگیا اور فرمایا کہ ہمارا فقر اضطراری نہیں اختیاری ہے سو آپ تو ان کو نادار سمجھتے ہیں مگر یہ لوگ اسی کو دولت سمجھتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ مطیع کو ناداری میں بھی اس قدر انشراح[1] ہوتا ہے کہ حرام کھانے والوں کو سلطنت میں بھی نہیں ہوتا اور اصل دولت یہی انشراح ہے جو کہ اموال سے بھی وہی مقصود ہے سو اہل اطاعت کو وہ بدوں[2] اموال کے بھی میسر[3] ہے۔ ہاں! حس) کو درست کرنے کی ضرورت ہے جس کا طریقہ مولانا رحمہ اللہ بتلاتے ہیں۔

صحت ایں حس بجوئید از طبیب — صحت آں حس بجوئید از حبیب

صحت ایں ز معموری تن — صحت آں حس ز تخریب بدن

(جسمانی احساسات کا علاج طبیبوں کے پاس ڈھونڈو اور اندرونی احساسات کا علاج محبوب کے پاس ڈھونڈو۔ جسمانی حس کی صحت تو بدن کی درستی سے حاصل ہوتی ہے۔ اور اندرونی حس کی صحت بدن سے بے تعلق ہونے پر ہے)

غرض اطاعت ہی کرنے سے اصل دولت و راحت ملتی ہے۔ دیکھئے! اگر غذا بہت سی ملے لیکن سب فضلہ[4] ہی ہوجائے تو ہیچ[5] ہے اور اگر روح کی غذا بلا عذر مل جائے تو کھانے کی ضرورت نہیں تو میرا دعویٰ ثابت رہا اگر اطاعت کروگے تو اور بھی زیادہ ملے گا یعنی روح کی غذا عطا ہوگی۔ غرض شکایت یہ ہے کہ اس وقت جس طرح سے دنیا ہاتھ آتی ہے لیتے ہیں نافرمانی سے پاک نہیں۔ اس

---

(۱) دل خوش ہونا (۲) بغیر (۳) حاصل (۴) پخانہ (۵) بیکار

کی اصلاح ہونی چاہیے اور دینداری پیدا کرنی چاہیے۔ گو تہجد اور تسبیح نہ ہو کیونکہ کچھ تسبیح اور تہجد پڑھنے والوں ہی کے لئے رحمت خاص نہیں ہے بلکہ۔

ہنوز آں ابر رحمت درفشاں است

خم و خمخانہ با مہر و نشان است

(وہ رحمت کا بادل اب بھی موتی برسا رہا ہے۔ شراب معرفت کے مٹ کے اور میخانے پر مہر اور نشان لگا ہوا ہے)

مگر افسوس تو یہ ہے کہ کوئی لیتا ہی نہیں۔ اور لینے کی صورت یہی ہے کہ تقویٰ و طہارت اختیار کرے۔

حقوق کی نگہداشت[1]:

حقوق العباد کو حتی الوسع[2] ادا کرے اس وقت حقوق کے متعلق ذرا خیال نہیں ہے۔ یاد رکھو! کہ اگر کسی کے تین پیسے بھی کسی کے ذمہ رہ گئے تو اس کی سات سو نمازیں اس صاحب حق کو دلوائی جائیں گی۔ آج کل دوسرے کا حق ادا کرنا ایسا گراں ہوتا ہے گویا کہ اپنے گھر سے دے رہے ہیں حتی کہ بعض اوقات تو صاحب حق کو یہ کہنا پڑتا ہے کہ اللہ کے واسطے دے دو اور اسی سبب سے دوسرے کو قرض دینے میں بڑی تکلیف ہوتی ہے اسی لئے قرض میں اٹھارہ گنا ثواب[3] ملتا ہے اور صدقے میں دس کا ملتا ہے۔ اٹھارہ کا حساب اس طرح ہوا کہ اصل میں صدقہ سے مضاعف ملتا ایک کے مقابلہ میں دو مگر جب اصل روپیہ واپس مل گیا تو اس کے مقابلے میں دو کٹ گئے اور اٹھارہ رہ گئے اور ہمارے اس برتاؤ کا نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر لوگوں کو قرض

---

(۱) دیکھ بھال (۲) اپنی قدرت کے مطابق (۳) اور ایک حدیث میں بیس حصہ ثواب آیا ہے کذا فی الترغیب والترہیب ۱۲ احمد حسن عفی عنہ

نہیں ملتا۔ آج مسلمانوں میں بہت سے لوگ اپنے بھائیوں کا کام نکال سکتے ہیں کہ مالدار ہیں مگر کسی وجہ سے خود تجارت نہیں کرنا چاہتے اور چاہتے ہیں کہ کوئی دوسرا کام میں لگا لے تاکہ حفاظت سے بچیں مگر اس خوف سے نہیں دیتے کہ ان سے وصول کون کرے گا۔ لہٰذا مسلمانوں کو وقت ضرور مہاجن[۱] سے قرض لینا پڑتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ چند روز کے بعد تمام گھر بار کا مالک مہاجن ہی ہو جاتا ہے اور یہ محض مسلمانوں کی بے اعتباری کی وجہ سے ہے۔ مظفر نگر میں میرے ایک دوست سے ایک شخص نے دس روپے یہ کہہ کر قرض لئے کہ آج میرے مقدمے کی تاریخ ہے اور گھر سے دن کے دن منگا نہیں سکتا تم اس وقت دے دو میں وطن جاتے ہی بھیج دوں گا غرض انہوں جب وطن جا کر بھی مدت تک نہ بھیجا انہوں نے تقاضا شروع کیا اخیر میں کہا کہ کیا ہمارا کوئی رقعہ[۲] ہے صبر کر کے بیٹھ رہے اور پھر غضب یہ کہ اس حرکت کو دین کے خلاف بھی نہیں سمجھتے۔ صاحبو! کیا قبر میں جا کر جواب دو گے! اپنے سارے کام کر لیتے ہیں مگر دوسرے کا قرض نہیں دیتے اور اگر کوئی مانگتا ہے تو یہ جواب ملتا ہے کہ کیا قرض مار میں ہے اور اس سب کی وجہ ایک ہی بھاری مرض ہے کہ دین کی فکر نہیں۔ بہت سے مسلمانوں کو دیکھا ہے کہ ریل میں زیادہ مال لے جاتے ہیں اور ذرا پروا نہیں کرتے بلکہ بعضے تو کہتے ہیں کہ کافر کا حق مار لینا کچھ ڈر نہیں حالانکہ وہ بھی واجب التحرز[۳] ہے بلکہ ایک بزرگ تو یہ کہتے تھے کہ مسلمان کا تو چاہے لے لو لیکن کافر کا حق نہ لو کیونکہ مسلمان سے تو یہ امید ہے کہ وہ قیامت میں معاف کر دے اور کافر سے تو یہ بھی امید نہیں۔ دوسرے اگر معاف نہ کیا تو خیر اپنی نیکیاں اپنے ہی بھائی کے پاس جائیں گی دشمن کے پاس تو نہ جائیں گی۔

---

(۱) اسود بنئے (۲) یعنی کوئی تحریر، تو انکے پاس ہماری ہے نہیں کہ ثبوت ہو (۳) اس سے بچنا بھی واجب ہے

میراث میں بے احتیاطی: خصوصاً میراث میں تو ایسی گڑبڑ ہوتی ہے کہ خدا کی پناہ جس کے ہاتھ جو آ گیا وہ اس نے دبالیا۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ بیوی مہر معاف کر دیتی ہے لیکن پھر بعد وفات ورثاء سے اختلاف کر کے وصول کر لیتی ہے بعضے لوگ شرعی حیلے ایجاد کر کے ورثاء کو نہیں دینا چاہتے۔ چنانچہ ایک صاحب میرے پاس آئے کہنے لگے کہ میری بہن اہل سنت والجماعت میں سے تھی اور اس کا شوہر شیعی تھا اب اس بہن کا انتقال ہو گیا ہے تو اس شوہر کو تو اس کے ترکہ میں سے کچھ حصہ نہ ملنا چاہئے کیونکہ سنی عورت سے شیعی مرد کا نکاح درست نہیں ہوتا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ نے کفر کا فتویٰ لکھا ہے۔ میں نے کہا کہ غیرت دار آج جائیداد کے بچاؤ کے لئے شاہ صاحب کا فتوی نظر آ گیا اور دس برس سے جو بہن سے حرام کرایا اس وقت اس فتوے پر عمل نہ کیا۔ اب تو میں یہی کہوں گا کہ نکاح ہو گیا۔ اور میں نے کہا کہ ایمان سے بتلاؤ کہ اگر تمہاری بہن سے پہلے یہ شخص مرجاتا اور بہت سی جائیداد چھوڑتا گیا تب بھی تم یہی کہتے کہ نکاح نہ ہوا تھا اس لئے میراث نہ ملنا چاہئے ہرگز بھی نہ کہتے۔ تو حیلے نکال نکال کر شریعت کو بدلنا چاہتے ہو! صاحبو! یاد رکھو۔

زنہار ازاں قوم نباشی کہ فریبند　　　حق را بہ سجودے و نبی را بہ درودے

(ہرگز اس جماعت میں سے نہ بن جو حق تعالیٰ کو صرف سجدوں سے اور حضور اقدس ﷺ کو صرف درود پڑھ دینے سے محبت کا اظہار کرتے ہیں اور کسی کام میں اطاعت نہیں کرتے)

لوگ اس وقت خدا تعالیٰ کو بھی پھسلانا چاہتے ہیں یخادعون اللہ والذین آمنوا وما یخدعون الا انفسھم (دھوکہ دیتے ہیں اللہ کو اور مسلمانوں کو اور وہ کسی کو بھی دھوکے میں نہیں ڈال سکتے خود ہی دھوکہ میں ہیں) افسوس کہ بعضے لوگوں

نے دین کو اغراض نفسانی کے لئے آڑ بنالیا ہے حتی کہ مشہور ہوگیا ہے کہ دیندار لوگ اپنے مطلب کے مسئلے نکال لیتے ہیں۔ خدا کی قسم دینداروں کا تو یہ مذہب ہے کہ اگر ظاہراً گناہ کریں تو اس سے اچھا ہے کہ دین کے پردے میں گناہ کریں۔ غرض میراث میں یہ گڑبڑ ہورہی ہے حتی کہ ایک بھائی دوسرے بھائی کو میراث دینا نہیں چاہتا حالانکہ میراث کا مسئلہ ایسا نازک ہے، کہ ایک بزرگ اپنے دوست کی عیادت کو گئے جب ان کا انتقال ہوگیا تو آپ نے فوراً چراغ گل کردیا اور فرمایا کہ اب اس چراغ میں وارثین کا تیل ہے اور سب سے اجازت دشوار ہے۔ آج یہ حالت ہے کہ اللہ واسطے دینے میں بھی احتیاط نہیں کہ جہاں کوئی مرا فوراً اس کے کپڑے مسجد یا مدرسے میں بھیج دیئے۔ حالانکہ جس وقت تک تقسیم نہ ہوجائیں اس وقت تک یہ مشترک میں تصرف ہے[۱]۔ جو بدون سب کے اذن اور طیب خاطر کے جائز نہیں ہے اور اگر کوئی ایک وارث دے دے گا تو شرعاً اس کا اس قدر حصہ مجموعہ[۲] ترکہ سے کم ہوجائے گا۔

نفس پرستی: مگر لوگوں نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے جو جی میں آیا کرلیا شریعت سے کچھ بحث ہی نہیں وہ حالت ہے **ارائیت من اتخذ الٰھہ ھواہ** (کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہشات کو اپنا خدا بنا رکھا ہے؟) اور پھر بعضے اس کی بھی الٹی کوشش کرتے ہیں کہ اہواء نفسانیہ کو علماء سے جائز کرالیں میں نے اس کی ایک مثال میرٹھ میں بیان کی تھی کہ علماء سے ہر بات کے جائز کرانے کی کوشش کرنا ایسا ہے جیسا کہ مشہور ہے کہ ایک رئیس کی عادت تھی کہ وہ اکثر بے سروپا باتیں کہا کرتا تھا لوگ اس کو ہنسا کرتے

(۱) مشترک مال میں سے بغیر سب کی اجازت کے خرچ کرنا جائز نہیں (۲) کل ترکہ

تھے اس نے ایک شخص کو اس کام کے لئے نوکر رکھا کہ جو کچھ ہم کہا کریں اس کی تاویل کر دیا کرو۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ آج ہم شکار کو گئے ہرن پر جو فائر کیا تو گولی اس کے کھر میں لگ کر پیشانی کو توڑتی ہوئی نکل گئی لوگ ہنسنے لگے خادم نے عرض کی حضور بجا ہے وہ ہرن اس وقت کھر سے پیشانی کھجلا رہا تھا۔ تو جیسے کام کے لئے اس رئیس نے نوکر کو انتخاب کیا تھا ویسا ہی کام آج ہمارے بھائی علماء سے لینا چاہتے ہیں۔ اس سے تو یہ بہتر ہے کہ کھلم کھلا گناہ کرے لیکن ناجائز کو جائز تو نہ بنائے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

چوں ہوا جز قفل آں دروازہ نیست
تا ہوا تازست ایماں تازہ نیست

(جب تک نفس کی خواہشات تازہ ہیں ایمان تازہ نہیں ہے۔ یہ خواہشات نفس ایمان کے دروازے کے لئے سب سے بڑا قفل ہیں)

جب تک خواہش نفسانی کو مغلوب نہ کرو گے ایمان میں تازگی نہ آئے گی۔ مگر خواہش نفسانی کو کم کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ کھانا پینا کم کر دیں۔ اس وقت تو درویشوں کو بھی کھانا کم نہ کرنا چاہیے۔ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ خوب کھاؤ اور نفس سے خوب کام لو۔

کہ مزدور خوشدل کند کار بیش

(جو مزدور مالک سے خوش ہوگا وہ زیادہ کام کرے گا)

تو کھاؤ پیو، کپڑا پہنو، ہنسو، بولو، مگر حدود شرعیہ کی حفاظت ہر چیز میں رکھو۔ آمدنی آئے تو اس کو دیکھ لو کہ حرام طریقہ سے تو نہیں آئی۔ ریل میں سفر کرو تو دیکھ لو کہ اسباب [1] اجازت قانون سے تو زیادہ نہیں ہے۔ نیز ہم جو ریل میں بیٹھتے ہیں تو ہم نے شریعت کے موافق جگہ گھیری ہے یا زیادہ جگہ گھیری [2]

---

(۱) سامان (۲) کہ ٹکٹ تو ایک لیا ہے اور سیٹیں دو گھیر رکھی ہیں کسی کو بیٹھنے نہیں دیتا

ہے۔ صاحبو! دین ریل میں بھی کچہری میں سب جگہ تمہارے ساتھ ہے۔ رعایا کسی وقت قانون سے مستثنیٰ نہیں ہوسکتی۔ سونے کے وقت دیکھ لو کہ پیر قبلہ کی طرف تو نہیں ہیں۔ بے نماز پڑھے نہ سو رہو اور اگر سونے لگو اور خود جاگنے کی توقع نہ ہو تو کسی کو مقرر کردو کہ وہ تم کو نماز کے وقت جگا دے اور مصلحت دین کے ساتھ دنیوی مصالح کی بھی تمہارے لئے رعایت کی ہے چنانچہ یہ بھی قانون ہے کہ بے روک[1] چھت پر نہ سو رہو! پس شریعت محض گرانی کا نام نہیں ہے بلکہ اس نے تمہاری ہر طرح کی مصلحت کی رعایت کی ہے۔ غرض عمل[2] باشریعت یہ ہے کہ ہر حال میں خدا سے تعلق رکھو دنیا یا دین کا جو کام کرو حدود کے موافق کرو اسی کو کہتے ہیں۔ لاتلهكم اموالكم ولا اولا دكم عن ذكرالله و من يفعل ذلك فاولئك هم الخاسرون۔ (دیکھو! تمہارا مال اور تمہاری اولاد تم کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ کردے اور جو ایسا کرتے ہیں وہ سراسر نقصان میں ہیں) آگے ایک عام عنوان سے اس کی تائید ہے کہ انفقوا مما رزقنكم یعنی خرچ کرو اس چیز سے کہ دیا ہم نے تم کو۔

مسائل کی تعلیم: اس عام میں ایک خاص فرد بھی داخل ہے کہ تعلیم دین میں بھی اگر ضرورت ہو خرچ کرو اور اس فرد کو میں نے اس لئے بالخصوص بیان کیا یہ بات تو معلوم ہوگئی کہ دین کو دنیا سے مقدم کرنا ضروری ہے لیکن دین کا مقدم کرنا دین کے علم پر موقوف ہے مگر اس جملہ سے کوئی یہ مطلب نہ سمجھ جائے کہ میں سب کو مولوی بنانا چاہتا ہوں۔ بلکہ جن علماء کی نسبت آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ سب کو مولوی بنانا چاہتے ہیں وہ خود ہی سب کو مولوی بنانے

---

(۱) ایسی چھت جس پر چہار دیواری نہ ہو کہ مبادا گر جائے (۲) شریعت پر عمل یہ ہے

سے منع کرتے ہیں کیونکہ اس سے دو نقصان ہوں گے ایک تو یہ کہ تمام لوگ مولوی بن جائیں گے تو کھیتی اور تجارت سب برباد ہوجائے گی اور مجموعہ قوم پر معاش کی حفاظت کرنا فرض ہے اگر سب چھوڑدیں اور اس سبب سے سب مرجائیں تو سب گنہگار ہوں گے۔ تو واجب ہے کہ ایک جماعت کھیتی کے لئے رہے۔ ایک تجارت کے لئے اور ایک خدمت دین کے لئے جس کو لوگوں نے اڑا دیا ہے۔ دوسرا نقصان یہ ہے کہ اگر سب مولوی بنے تو چونکہ اکثر طبائع میں حرص اور لالچ غالب ہے اور معاش سے بھی اکثر لوگ مستغنی نہیں ہوتے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ مولوی کہلائیں گے اور حرص دنیا میں دین کو تباہ کریں گے۔ اور دین کو ذریعہ تحصیل دنیا کا بنائیں گے ان کا تو یہ ضرر ہوگا اور دوسرے لوگ ان کو اس حالت ذلیل میں دیکھ کر دین کو بھی ذلیل سمجھنے لگیں گے دوسروں کا یہ ضرر(۱) ہوگا۔ سلف صالحین کا اس وجہ سے یہ معمول تھا کہ جو شخص امراء سے زیادہ ملتا تھا اس کو اپنے حلقہ درس میں شریک ہونے سے روک دیتے تھے غرض یہ تو مطلب نہیں ہے کہ سب کے سب اصطلاحی(۲) عالم بنیں لیکن یہ ضروری ہے کہ کچھ لوگ اصطلاحی عالم ہوں اور کچھ لوگ متوسط درجہ تک پڑھ لیں اور ان کو جو ضرورت پیش آتی جائے علماء کاملین سے اس کے متعلق استفتاء کرلیں۔ صاحبو! اس وقت دو پیسے میں کلکتے تک سے ہر بات دریافت ہوسکتی ہے دیکھئے! اگر ایک ہفتہ میں چار مسئلے معلوم ہوں تو ایک ماہ میں کس قدر ہوجائیں۔ پھر ایک سال میں ان کی کتنی تعداد ہوجائے اور چند سال میں کیسا معتد بہ ذخیرہ اپنے پاس ہوجائے، تو ان کے لئے جو پڑھے لکھے ہیں اور جو حرف شناس(۳) نہیں ہیں ان کے لئے یہ کیا جائے کہ کسی ایک شخص کو مقرر کیا جائے جو ان کو ہر ہفتہ مسائل

---

(۱) نقصان (۲) باقاعدہ درسیات پڑھ کر عالم بنیں (۳) پڑھ نہیں سکتے

سنا دیا کرے اور یہ نہ ہو سکے تو ہر مہینے میں ایک بار تو ضرور ہی کچھ مسائل سنا دیا کرے اور یہ لوگ اپنی عورتوں کو سنا دیا کریں مگر اس کے لئے ایک مرکزی ضرورت ہوگی کہ وہ اس کو اپنے ذمہ لے اور وہ کوئی عالم ہونا چاہیے اس کا کام یہ ہو کہ محض مسائل کا وعظ کہا کرے اس لئے میں نے اس وقت وانفقوا مما رزقنکم کو پڑھا کہ لوگ اس کی طرف توجہ اور ہمت کر کے ایک مولوی کو مناسب معاوضہ پر اس کام کے لئے رکھ لیں۔ مجھے یہ سن کر بہت خوشی حاصل ہوئی کہ یہاں یہ انتظام ہوا ہے۔ اس کی آسان تدبیر یہ ہے کہ روزانہ جب کھانا پکانے بیٹھو تو آٹے کی ایک چٹکی نکال کر علیحدہ کسی برتن میں ڈال دیا کرو اسی طرح جب روپے کے پیسے لو تو اس میں سے ایک پیسہ نکال کر اس کے مد کے لئے رکھ دیا کرو اور اس میں بستی کے ہر شخص کو شریک کرو۔ اور جب مدرسے کی صورت ہو جائے تو اس میں تین چیزوں کی ضرورت ہوگی ان کو جاری کرو ایک تو یہ کہ قرآن شریف کی تعلیم ہو جو لڑکے ناظرہ پڑھیں ان کے ساتھ تو یہ طرز رکھو کہ جب بیس پارے قرآن شریف کے پڑھ لیں تو ان کو مسائل کا کوئی اردو رسالہ شروع کرا دیا جائے اور جو لڑکے حفظ پڑھیں ان کے ساتھ یہ طرز رکھو! کہ جب تک قرآن شریف ختم نہ ہو جائے کسی دوسرے شغل میں نہ لگاؤ دوسرا کام یہ کہ ایک شخص کو ملازم رکھو کہ وہ عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھا دیا کرے تیسرا کام یہ کہ ایک واعظ مدرسے میں رکھا جائے کہ وہ ہر ہفتہ وعظ کہا کرے اور قرب و جوار کے دیہات میں بھی وقتاً فوقتاً مسائل کی تعلیم کر دیا کرے تو اس کی کوشش کرنا بھی انفقوا میں داخل ہے۔

اصطلاح باطن: اور دیکھئے! خدا تعالیٰ نے مما رزقنکم فرما کر بتلادیا کہ ہم نے ہی تو دیا ہے پھر بخل کیوں کرتے ہو نیز لفظ من تبعیضیہ فرما کر یہ بھی تسلی فرمادی کہ ہم سارا مال نہیں مانگتے آگے فرماتے ہیں من قبل ان یاتی احدکم الموت (اس سے پہلے کہ تمہیں موت آجائے) یہ وہ تعلیم ہے کہ اگر روزانہ بیس منٹ بھی اس کو سوچ لیں تو دنیا کی محبت بالکل جاتی رہے گی۔ یعنی یہ سوچ لیا کریں کہ ایک دن ہم کو مرنا ہے اور مرنے کے بعد ہم سے ہر ہر بات کے متعلق ایک دن سوال ہوگا۔ میزان[1] عدل قائم کی جائے گی اگر ہماری نیکیاں غالب آگئیں تو فبہا[2] ورنہ قعر جہنم[3] ہے اور ہم ہیں اور وہاں یہ حالت ہوگی لا یموت فیہا ولا یحیی (نہ موت ہی ہو نہ زندگی) آگے فرماتے ہیں اگر خرچ نہ کروگے تو یہ کہوگے لولا اخرتنی الی اجل قریب فاصدق واکن من الصلحین (اگر مجھے تھوڑی سی مہلت دے دی جاتی تو میں خوب خیرات کرتا اور اچھے لوگوں میں سے ہوجاتا) دوسری آیت میں طلب مہلت کے جواب میں ہے ولن یوخر اللہ نفساً اذا جاء اجلہا (یعنی جب موت کا وقت آجائے گا تو ہرگز مہلت نہ ملے گی) اس کے بعد غفلت پر وعید ہے واللہ خبیر بما تعملون۔ لفظ خبیر فرمایا جس کے معنی یہ ہیں کہ اس کو دل تک کی خبر ہے اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ دین یہ ہے کہ باطن بھی درست کرو۔ حاصل یہ کہ ان آیات میں ہم حب دنیا کے مرض پر جتایا اور یہ بتلایا ہے کہ۔

غم دیں خور کہ غم غم دین ست

ہمہ غمہا فروتر ازیں ست

(دین کی فکر میں رہو کیونکہ اصل فکر دین ہی کی فکر ہے۔ اور تمام فکریں اس سے کم

---

(۱) انصاف کی ترازو (۲) ٹھیک ہے (۳) دوزخ کے گڑھے میں گرگئے

درجہ کی ہیں) خدا تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ توفیق عمل بخشیں۔ ناظرین کرام سے التماس ہے کہ جامع وعظ[1] (اور ناشر وعظ عبدالمنان) کے لئے حسن خاتمہ و حصول رضائے باری تعالیٰ کی دعا فرمائیں۔ آمین

برحمتک یا ارحم الراحمین

تمت بالخیر